زلزلہ سے منہدم ہونے والی مساجد کی تعمیر نو کا حکم

آزاد کشمیر اور دیگر زلزلہ زدہ علاقوں میں منہدم ہونے والی تمام مساجد کی تعمیر نو ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں وفاق المدارس کے رکن مجلس عاملہ مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب نے ایک استفتاء مرتب کیا، ذیل میں وہ استفتاء اور مفتیان کرام کے جوابات نذر قارئین ہیں۔ ---[ادارہ]

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیانِ دین: اس مسئلہ میں کہ آٹھ اکتوبر 2005ء کو آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں شدید زلزلہ کے نتیجے میں شہروں کے شہر صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور مساجد بھی بہت بڑی تعداد میں منہدم ہو گئیں۔ اب تعمیرِ نو کے سلسلے میں بعض شہروں کو سابقہ جگہ سے ہٹ کر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ جب کہ بعض مقامات پر حسب سابق تعمیرِ نو کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ جس میں سڑکوں کو وسعت دینے اور پارکوں کو بھی شامل کیا جانا زیرِ تجویز ہے۔ جس میں بہت ساری قدیم مساجد و مدارس، شاہرات یا پارکوں میں آنے کے امکانات ہیں۔

بمہربانی قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں راہنمائی فرمائی جائے کہ زلزلہ سے پہلے جہاں مساجد تھیں ان جگہوں کو مساجد کے بجائے نئی پلاننگ میں شاہرات یا دیگر مقاصد میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض مقامات پر جہاں پہلے متعدد مساجد تھیں، نئی منصوبہ بندی میں ان متعدد مساجد کے بجائے ایک ہی بڑی مسجد بنانے کا منصوبہ ہے۔ کیا متعدد مسجد کو مختلف جگہوں سے منتقل کر کے صرف ایک ہی مسجد بنانا اور باقی مساجد کی جگہ دیگر تعمیرات یا پلاٹ کو جنگلا لگا کر محفوظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایسی مساجد جو شخصی ملکیت کی اراضی میں حکومتی منظوری کے بغیر تعمیر کی گئی ہیں، شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) کوئی رقبہ جہاں پہلے متفرق عمارات ہوں، حکومت اسے سرکاری مقاصد کے لئے استعمال کرلے، اس رقبہ میں پہلے سے موجود مساجد کا کیا حکم ہے؟ کیا کسی سرکاری مقصد کے لئے منصوبہ بندی کے لئے پہلے سے قائم مساجد یا مساجد کے لئے مختص رقبہ کو مسجد کے بجائے دیگر مقاصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) کسی نئی آبادی کے قیام کے بعد اس آبادی میں مسجد کی ضرورت کے پیش نظر اگر سرکاری رقبہ پر مسجد کی تعمیر بغیر منظوری ونقشہ وتحریری اجازت، کردی گئی ہو، کیا بعد میں اس آبادی یا رقبہ کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے وہاں پر تعمیر شدہ مساجد کو منتقل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بمہربانی قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب سے ممنون فرمائیں۔

المستفتی: قاضی محمد الحسن اشرف، ناظم اعلیٰ، سواد اعظم اہل سنت والجماعت، آزاد کشمیر

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱)-جس مقام پر ایک دفعہ شرعی مسجد قائم ہو جائے، وہ جگہ تا ابد مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے، خواہ وہاں مسجد کی عمارت اور اطراف کی آبادی رہے یا نہ رہے۔ کتبِ فقہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ الدر المختار میں ہے: "ولو خرب ما حوله واستغنیٰ عنه یبقیٰ مسجداً عند الامام والثانی ابدا الیٰ قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی". (۳۵۸/۴، سعید)

لہٰذا جہاں زلزلہ سے پہلے مساجد تعمیر تھیں ان جگہوں کا احترام بحیثیت مسجد باقی ہے، ان جگہوں کو شاہراہ کا حصہ بنانا درست نہیں اور نہ ہی کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "ثم نقل عن العتابية عن خواهر زاده، اذا كان الطريق ضيقا والمسجد واسعاً لايحتاجون الیٰ بعضه تجوز الزيادة فی الطريق من المسجد؛ لأن كلها للعامة...... والمتون علی الثانی فكان هو المعتمد، لكن كلام المتون فی جعل شیئٌ منه طريقاً واما جعل كل المسجد طريقاً فالظاهر انه لايجوز قولاً واحداً". (۳۷۸/۴، سعید)

(۲)-اوپر واضح ہو چکا ہے کہ مسجد کی جگہ کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں، نیز جہاں ایک دفعہ مسجد بن جائے وہ مسجد شرعاً وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا اپنا حکم برقرار رہے گا، نئی مسجد اگر شرعی مسجد کے طور پر تعمیر ہو جائے تو وہ بھی شرعی مسجد شمار ہوگی، اس نئی مسجد کے تعمیر ہونے سے مسلمانوں کی مسجد کی ضرورت تو پوری ہو جائے گی مگر گذشتہ مساجد سے مسجدیت (مسجد ہونے) کا حکم مرتفع (ختم) نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ وہاں نمازیوں کی آمد ورفت کا سلسلہ نہ رہا ہو تو مسجد کے پلاٹ کو جنگلہ لگا کر بے حرمتی سے محفوظ کرنا نہ یہ کہ صرف جائز ہے، بلکہ ضروری ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "فی فتاویٰ الحجة: لو صار احدا لمسجدين قديماً وتداعیٰ إلی الخراب، فاراد اهل السكة بيع القديم وصرفه فی المسجد الجديد فانه لايجوز، اما علی قول ابی يوسف رحمه الله فلان المسجد وان خرب واستغنی عند اهله لايعود الی ملك البانی، واما علی قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولكن الی ملك البانی وورثته فلا يكون لاهل المسجد علی كلا القولين ولاية البيع، والفتویٰ علی قول ابی يوسف انه لايعود الی ملك المالك ابداً". (۴۵۸/۲، حقانیہ)

(۳)-شخصی ملکیت کی اراضی میں مسجد تعمیر کی گئی ہو اور وہ مسجد کے نام پر وقف کی گئی ہو اور تمام مسلمان اس مسجد میں باقاعدہ نماز کی ادائیگی کرتے رہے ہوں تو یہ بھی شرعی مسجد ہے، یہ زمین بھی تا قیامت مسجد کے حکم میں ہے، اس سلسلہ میں حکومت کی منظوری ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "قوله: "يزول ملكه عن المسجد" اعلم ان المسجد يخالف سائر الأوقاف فی عدم اشتراط التسليم الی المتولی عند محمد، وفی منع الشيوع عند ابی يوسف، وفی خروجه عن ملك الواقف عند الامام وان لم يحكم به حاكم". (۳۵۶/۴، سعید)

(۴)-یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد کے لئے وقف کردی جائے تو وہ اسی مسجد کے لئے تا قیامت خاص ہوتی ہے۔ لہٰذا اس مسجد کی اراضی کو کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:"قوله: "ولو خرب ماحوله أي ولو مع بقائه عامراً وكذا لوخرب وليس له مايعمر به وقدا استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر قوله عند الامام والثاني فلا يعود ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه اولاً وهو الفتوىٰ، حاوي القدسي واكثر المشائخ عليه، مجتبى وهو الاوجه". (كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد أوغيره) (٣٥٨/٤، سعيد)

وفي الفتاوىٰ الهندية: "واذا خرب المسجد واستغنى اهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكاً لواقفه او لورثته حتى جازلهم ان يبيعوه اويبنو داراً- وقيل: هو لمسجد ابداً وهو الاصح كذا في خزانة المفتيين". (كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد ومايتعلق به) (٤٥٤/٢، حقانيه)

(۵)-سرکاری رقبہ پر مسجد کی تعمیر کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے، ایسی جگہ پر حکومت سے باضابطہ اجازت کے بغیر مسجد وغیرہ تعمیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری اراضی پر مسجد تعمیر ہوئی ہو تو محلہ کے مسلمانوں کی اجتماعی دینی ضرورت کے پیش نظر حکومت شرعاً واخلاقاً اس مسجد کو باقی رکھنے کی پابند ہوگی، ایک تو اس لئے کہ یہ مسجد شرعی مسجد بن چکی ہے جس کا انہدام جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ مسجد چونکہ مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت ہے اور سرکاری اراضی یا املاک بھی قوم کی اجتماعی املاک شمار ہوتی ہیں۔ اگر مسلمان اپنی کسی اجتماعی ضرورت کے لئے اپنی اجتماعی ملکیت سے بقدرِ ضرورت مستفید ہو رہے ہوں تو اسے خلافِ شریعت نہیں کہا جا سکتا، اس لئے اگر حکومت اپنی اس شرعی واخلاقی پابندی کا پاس نہ رکھے اور قدیم مساجد کو گرانے کے لئے غیر قانونی ہونے کو بنیاد بنا کر قدیم مساجد کو گرانے کی کوشش کرے تو یہ حکومتی اقدام اللہ تعالیٰ کے اس غیظ وغضب کو دعوت دینا ہوگا جو مساجد کو مٹانے، گرانے اور ویران ومنہدم کرنے والوں کے لئے طے کر رکھا ہے، ایسے اقدام کے ذمہ داروں کو آخرت کے عظیم عذاب کے علاوہ دنیا کی ذلت ورسوائی کا سامنا بھی کرنا ہوگا، حق تعالیٰ شانہ کا اعلان ہے:﴿ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها اولئك ماكان لهم ان يدخلوها إلا خائفين لهم فى الدنيا خزى ولهم فى الاخرة عذاب عظيم﴾. (سورة البقرة: ١١٤)

ترجمہ: اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں، ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ (تفسیر عثمانی، ص:۲۲)

اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے:"فيفرض الكلام فيما لوبنى على الساحة مسجداً فالله تعالىٰ ذم من سعى فى خراب المسجد فلا يجوز هدمه". (٣٥٢/١، مخطوطه)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆......☆